اعجاز قرآن کی جہات

THE ASPECTS OF QUR'AN BEING A MIRACLE

Syed Mohisn Ali Shah

Abstract

A Miracle (*moa'jazah*) is something occurred beyond the general laws of nature, accompanied with a challenge that nobody can reply. In this sense, the Holy *Quran* is an eternal miracle of the Holy Prophet (PBUH) that proves its being divinely revealed book. A lot of arguments testify the status of the *Quran* as a miracle. It has been a miracle in its text, composition, organization of words, style, meanings, message, objectivity, attraction, impact, preservation, prophesizing, compilation, and so on. These dimensions of *Quran*s' being a miracle have been discussed shortly in this article.

Key Words: *Quran*, Miracle, Aspects, Words, Composition

خلاصہ

معجزہ وہ عمل ہے جو عام طبیعی قانون سے مختلف ہو جس میں ایسا چیلنج ہو کہ کوئی بھی اس دعوی کو رد نہ کر سکے۔ اس معنی میں قرآن کریم پیغمبر اکرم ﷺ کا جاودانی معجزہ ہے۔ قرآن کے اعجاز کی کئی جہات ہیں۔ قرآن کریم اپنے زمانہ نزول سے لے کر آج تک اپنے الفاظ و اسلوب اور مفاہیم و تاثیر کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ یہ اپنے نزول، حفاظت، الفاظ کے انتخاب، تالیف و ترکیب، اسلوب، مقصدیت، تاثیر، انجذاب اور اخبارِ غیبیہ وغیرہ میں معجزہ ہے۔ زیر نظر مقالہ میں قرآن کریم کے اعجاز کی ان جہات کا ایک مختصر مگر جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: قرآن، اعجاز، جہات، مفردات، ترکیب۔

تعارف

قرآنِ حکیم اسلام کی تمام سابقہ تعلیمات کا جامع اور مکمل اصول و ضوابط پر مبنی پیغام الٰہی ہے کہ جس پر رسالت الٰہیہ تمام ہو گئی۔ پس ضروری تھا کہ اس کا خطاب کل انسانیت کی طرف ہو، اس کی حفاظت کا خصوصی انتظام ہو اور وہ تمام انسانی عقول پر حاوی مختلف جہات سے اپنے مخالفین کو چیلنج کر سکتا ہو۔ جب عرب کے مخالفین نے

قرآن حکیم کو رسول اللہ ﷺ کا خود ساختہ کلام قرار دیا تو خود قرآن مجید نے یہ چیلنج کیا کہ: قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (88:17) ترجمہ: ''آپ ﷺ اعلان کر دیجیے کہ تمام انس و جن قرآن حکیم جیسی کتاب لانے پر متفق بھی ہو جائیں اور ایک دوسرے کی معاونت بھی کریں تو وہ اس جیسا کلام نہیں لا سکتے۔'' جب مخالفین اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو یہی اعلان دس سورتیں لانے کے حوالے سے کیا: قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ (13:11) ترجمہ: ''تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔'' اور جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو ایک سورۃ لانے کا چیلنج کیا گیا: وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (23:2) ترجمہ: ''اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لئے بے شک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمایتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۔'' قرآن کریم کے منکرین قرآن کے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے جنگوں اور سازشوں کے ذریعے سے قرآن کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم معجزہ الٰہی ہے۔ البتہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن حکیم کن وجوہ میں معجزہ ہے؟ اس امر کی وضاحت ذیل کی سطور میں پیش کی گئی ہے۔

معجزہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

''معجزہ'' عجز سے مشتق ہے جس کا معنی عملی طور پر ناتواں ہونے یا کسی کام پر قادر نہ ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل لفظ "حزم" ہے کہ جس کے معانی قوت کے ہیں۔ لہٰذا لغت میں معجزہ کلمہ واحد ہے کہ جس کی جمع مُعْجِزات ہے کہ جس سے مراد کسی چیز کی طرف عجز کی نسبت دینا ہے۔[1] المعجم الوسیط میں ہے کہ: ''عجزعن الشیء''[2] یعنی: "کمزور ہو گیا اور اس کام پر قدرت نہیں رہی۔" ''فلان عجزعن الامر'' اس وقت کہتے ہیں جب کوئی کام کرنے سے قاصر ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے: اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (5:31) ترجمہ: ''(قابیل نے کہا) کیا میں اتنا عاجز ہو گیا ہوں کہ میں اس کوّے کی طرح ہی ہو جاتا۔'' جہاں تک اصطلاح میں معجزہ کی تعریف کا تعلق ہے تو بعض کے بقول معجزہ اصطلاح میں: ''ھو امر خارق للعادۃ مقرون بالتحدی سالم من المعارضۃ'' یعنی: ''معجزہ وہ عمل ہوتا ہے جو معروف عادات سے مختلف ہو جس میں چیلنج ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جا سکے۔'' پس اعجاز کا مطلب کسی کو عاجز کر دینا ہی ہے اور اسی سے لفظ معجزہ ہے۔

قرآنِ کریم کا اعجاز

معجزہ کے لفظی معنی کی روشنی میں قرآن کریم کے معجزہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بشر اس جیسا قرآن لانے سے عاجز ہیں۔ اس لئے یہ امر خارق عادت ہے اسبابِ معروفہ کی حدود سے خارج ہے۔ معجزہ قانون فطرت اور عادتِ خاصہ کے موافق اللہ کا ایک فعل ہے جو کہ تمام مخلوق کو تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا ہوتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ سچے مدعی نبوت کا وہ رتبہ جہان پر واضح کر دے جو کہ اس کے یہاں اس کو حاصل ہے۔ البتہ صاحب قاموس القرآن کے نزدیک دنیا میں کوئی چیز معجزہ نہیں ہے اور اگر کوئی بات معجزہ نظر آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان علوم و معارف کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔[3] ان توضیحات کی روشنی میں اعجاز القرآن کا معنی ہوا کہ کسی بشر کا عجز ثابت کرنا وہ بشر ایک ہو یا کئی ایک ہوں کہ وہ اس قرآن جیسا قرآن لانے سے عاجز ہیں۔ اعجاز قرآن سے یہ مراد ہر گز نہیں ہے کہ وہ اسے قرآن سمجھنے سے ہی عاجز ہیں۔ بلکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ قرآن ہے مگر اس جیسا قرآن نہیں بنایا جاسکتا یا نہیں لایا جاسکتا۔ جیسا کہ تفسیر ابن عباس نے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ کی آیت کے ضمن میں لکھا ہے: "اے محمد ﷺ آپ مکہ والوں سے فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کریم جیسا فصیح و بلیغ قرآن بنا دیں جس میں اوامر و نواہی، وعدے وعید، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور جو اُمور ہو چکے اور جو ہونے والے ہیں سب ہی کا بیان ہو، تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔"[4] تفسیر ابنِ عباس میں ایک اور جگہ یوں بیان ہوا ہے کہ: "تم اپنی کتابوں میں یہ بات پاتے ہو کہ اس وحدہ لاشریک کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ و شریک ہے اور اگر تمھیں اس کلام میں جو کہ ہم نے بذریعہ جبرائیل امین اپنے خاص بندے محمد ﷺ پر اُتارا ہے، شک ہے کہ یہ کلام اُنھوں نے خود بنالیا ہے تو اس کلام جیسی ایک سورت لے آؤ اور اپنے ان معبودوں کو بھی ساتھ ملا لو جن کی تم عبادت کرتے ہو یا اپنے سرداروں کو بلا لو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو اور حقیقت یہ ہے کہ ایک سورت بھی تم ہر گز اس جیسی لانے پر قادر نہیں ہو سکتے۔"[5]

اعجازِ قرآن کی جہات

قرآن کریم پیغمبر اسلام ﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے[6] کہ جو تمام ابواب ہدایت کے لیے ایک جامع اور وسیع تر خزانہ ہے اس کے علوم ایک دریائے ناپیدا کنار ہیں جس کے عجائب قیامت تک ختم نہیں ہو سکیں گے۔ علماء امت اور محققین وجوہ اعجاز پر مختلف دور میں کتابیں تالیف فرماتے رہے۔ جس طرح اس کتاب الٰہی کے معارف و حقائق کی کوئی حد و نہایت نہیں اس کی معجزانہ شان کی کیفیات اور صورتیں بھی بے شمار ہیں۔ بزرگ مفسرین نے اعجاز قرآن کے کچھ اصول و کلیات ایسے بیان فرمائے ہیں جو بہت سے وجوہ اعجاز کو حاوی اور شامل ہیں۔ ذیل میں قرآن کریم کی اعجاز کی ان جہات بیان کی گئی ہیں۔

نزول میں اعجاز

قرآن کا نازل ہونا اعجاز ہے اس کا جو انداز تھا وہ بذات خود اعجاز قرآنی ہے۔آپ ﷺ کی شخصیت پر اس کا اثر تھا، آپ ﷺ کے قلب پر اس کا اثر تھا۔ جب نزول قرآن ہوتا تو اس کی کیفیات عجیب و غریب تھیں۔آپ ﷺ کو سردی میں پسینہ آجانا، سواری کا بوجھ سے بیٹھ جانا وغیرہ۔اسی طرح یہ آپ ﷺ کے دل پر اثر کرتا تھا آپ کے سینے سے تلاوت کے وقت ایسی آواز آتی تھی جیسے دیگچی میں ابلا ہوا پانی جوش مارتا ہو۔اسی طرح تلاوت کرتے اور اس کثرت سے کرتے کہ آپ ﷺ کے قدموں پر ورم آجاتا تھا۔

حفاظت میں اعجاز

نزول قرآن سے لے کر تدوین تک اور تدوین کے مراحل سے لیکر آج تک قرآن کی حفاظت بھی ایک اعجاز ہے: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (9:15) ترجمہ: ’’بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔‘‘ ایک اور جگہ ارشاد ہوا: اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ (17:75) ترجمہ: ’’بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور پڑھوا دینا۔‘‘ یہ آیات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہ انداز اور شان دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ تورات و انجیل کی حفاظت بھی اس وقت کے علماء کی ذمہ تھی۔ جب تک علماء ربانی رہے یہ کتب زندہ رہیں بعد میں لفظی و معنوی تحریف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مفردات میں اعجاز

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر وحی کیے گئے الفاظ، قرآن کا کھلا ہوا اعجاز ہے۔ قرآن کریم کے از روئے مفردات معجزہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مفردات میں قرآن کریم وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے کہ اس مقام پر اس معنی کو ادا کرنے اور حقیقت مقصودہ کو واضح کرنے کے لئے اس سے زیادہ جامع اور بلیغ کوئی اور کلمہ نہیں ہو سکتا جو اس طرح مراد کو کامل طور پر ادا کر سکے۔ مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا (17:49) ترجمہ: ’’اور کہتے ہیں: جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سر نو پیدا کرکے اٹھایا جائے گا۔‘‘ قرآن نے اس لفظ کو بدل کر یہ حقیقت آشکارا کر دی کہ موت کا مفہوم فناء محض اور عدم مطلق نہیں، بلکہ موت کی حقیقت ارواح کا تعلق اجسام انسانیہ اور اجزاء بدنیہ سے جدا کر دینے کے بعد کسی دوسرے مستقر میں منتقل کر دینا ہے اس لئے کہ ہر انسان کی روح اللہ کے یہاں موجود ہے وہ جب چاہے گا پھر ان ارواح کو اپنے اجسام کے ساتھ جمع کرکے اٹھا دے گا: وَہُوَ عَلٰی جَمۡعِہِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ (42:29) ترجمہ: ’’اور وہ اِن (سب) کے جمع کرنے پر بھی جب چاہے گا بڑا قادر ہے۔‘‘ چنانچہ فرمایا: قُلۡ

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (32:11) ترجمہ: "آپ فرمادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔ تو اس لفظ توفّٰی نے جہاں حقیقت موت کی وضاحت و تعیین کی اس کے ساتھ مسئلہ بعث بعد الموت کو بھی اس طرح واضح کر دیا کہ یہ سمجھ لینے کے بعد اس پر کوئی اشکال نہیں رہا۔[7]

قرآن مجید کے اعجاز مفردات میں یہ چیز بھی ہے کہ قرآن بعض مقامات پر ایک لفظ اختیار کرتا ہے کہ اگر وہی لفظ نظم قرآنی کے علاوہ کسی دوسری جگہ دیکھا جائے تو وہ اپنے مترادفات کے درمیان کچھ زائد فصیح اور اہل ذوق کے نزدیک لذیذ و شریں محسوس نہ ہوتا ہو گا۔مثلاً: لفظ ارض کا استعمال مفرداً فصیح ہے اور جمع اس کی ارضین ثقیل او رغیر مستحسن ہے۔ اس لیے قرآن نے لفظ ارض ہر جگہ مفرد ہی استعمال کیا ہے کسی موقع پر اس کی جمع ارضین استعمال نہیں کی گئ حتیٰ کہ کسی مقام پر سبع سمٰوات کے ذکر کے ساتھ طبقات ارض بھی اتنے ہی بیان کرنے مقصود ہوئے تو جمع کے لفظ سے اعراض کرتے ہوئے قرآن نے اس طرح تعبیر اختیار فرمائی: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (65:12) ترجمہ: "اللہ نے پیدا کیے سات آسمان اور زمین سے بھی اللہ نے اسی قدر طبقے بنائے۔" اگر اس کی جگہ سبع ارضین کہا جاتا تو وہ معیار فصاحت پر پورا نہ اترتا کہ جو لفظ الارض میں ہے اگرچہ یہ لفظ ارضین جمع کسی کلام میں مستعمل ہونا خلاف فصاحت نہیں ہے۔ لیکن قرآن کے اعجاز مفردات کا مفہوم تو یہی ہے کہ جس جگہ قرآن نے جو لفظ استعمال کر لیا اس مقام پر وہی لفظ سب سے سب سے زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہے۔ لفظ لُبّ (بمعنی عقل) مفرداً قدرے سنگین یا ثقیل سمجھا گیا ہے۔برخلاف اس کی جمع "الباب" کے کہ وہ اہل لسان کے نزدیک نہایت لطیف و مستحسن اور زبان پر خفیف سمجھا جاتا ہے تو قرآن نے کسی جگہ اس لفظ کو مفرد نہیں استعمال کیا بلکہ جہاں کہیں بھی یہ لفظ ہے جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے مثلاً :هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (54:40) ترجمہ: "جو ہدایت ہے اور عقل والوں کے لئے نصیحت ہے"۔

مفردات میں قرآن وہ کلمہ اختیار کرتا ہے جس سے زیادہ مناسب اور کوئی کلمہ ہو ہی نہیں سکتا۔اس کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں مثلاً نیک اعمال کے لئے باقیات کا لفظ، عورت کے لئے لباس کا لفظ، نفع کے مقابلے میں اثم کا لفظ۔ اسی طرح جاہلیت کے زمانہ میں موت کے لئے 24 الفاظ مستعمل تھے مگر جو لفظ توفی قرآن نے استعمال کیا وہ اپنے اندر جو جامعیت رکھتا ہے وہ ان حروف کے اندر نہیں تھی۔اسی طرح قرآن نے غیر فصیح الفاظ بھی استعمال نہیں کیے مثلاً عربی میں مکان کی تعمیر کے لیے پکی اینٹوں کے لیے جو لفظ (اجر، قرسد، طرب) استعمال کیے وہ سب ثقیل ہیں قرآن نے طین کا لفظ استعمال کیا ہے۔اسی طرح بعض الفاظ فصیح ہیں مگر ان کی جمع غیر فصیح ہے قرآن نے ان کو بھی

استعمال نہ کیا۔ ارض کا لفظ جمع ہونے کے باوجود قرآن نے واحد ہی استعمال کیا ہے۔ اسی طرح بعض ثقیل الفاظ اس حسن و خوبی سے ادا کیے کہ انسان کہہ اٹھتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور لفظ اس مقام پر جچتا ہی نہیں ہے۔

ترکیب میں اعجاز

خداوند عالم کی یہ سنت رہی ہے کہ جو فن اور ہنر کسی زمانہ میں اپنے عروج و کمال کو پہنچا ہوا ہوتا تو اسی نوع کا معجزہ اپنے پیغمبروں کی تصدیق و تائید کے لیے عطا فرماتا کہ لوگ اس معجزہ کو دیکھ کر انسانی ہنر و کمال، مادی وسائل اور قدرت خداوندی کے درمیان بخوبی امتیاز کر سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا بہت زور تھا۔ مایہ ناز جادوگر سرزمین مصر میں موجود تھے، اس کی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ دیا گیا۔[8] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ طب اپنے عروج پر تھی اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتیٰ اور ابراء اکمہ و ابرص یعنی (مردوں کو زندہ کرنے، پیدائشی نابینا کو بینا بنانے اور پھلبہری والے مریض کو شفا دینے) کا معجزہ عطا کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت شباب پر تھی ایک سے ایک مایہ ناز شاعر و خطیب اپنے اشعار و قصائد بیت اللہ کی دیواروں پر "ھل من مبارز" (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا) کے اعلان کے ساتھ آویزاں کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے ایسے دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی معجزہ قرآن کریم دیا گیا جس کی فصاحت کے سامنے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء کی مجموعی طاقت بھی مقابلہ سے عاجز رہی۔ ابتدائی دور میں جب کہ شعراء عرب کے قصائد خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکائے جاتے تھے کسی صحابی نے سورۃ "انا اعطینک الکوثر"[9] لکھ کر دیوار کعبہ سے لگا دی، اس کاغذ پر نیچے کچھ اور لکھنے کے لئے بہت سی جگہ چھوڑ دی، ہر سال دور دراز سے آنے والے شعراء اس کو آ کر غور سے پڑھتے اور ہر چند کوشش کرتے کہ کچھ اس کے نیچے لکھ دیں لیکن عاجز رہتے۔ آخر ایک بڑے شاعر نے جس کی فصاحت و بلاغت کا عرب میں بہت چرچا تھا صرف یہ جملہ لکھ دیا: "ماھذا کلام البشر" کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔

اسی طرح کئی دیگر مقامات پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ خالق انسان کا کلام ہے۔[10] خلاصہ یہ کہ سورہ کوثر میں دو معجزات قرآنی کا بیان ہے ایک یہ کہ ایک پیش بینی قرآن نے فرمائی کہ اے رسول: ہم نے آپ کو خیر کثیر یا ہر خیر میں کثرت عطا کی ہے جبکہ آپ کا دشمن بے نام و نشان رہے گا. دنیا اس بات کی شاہد ہے کہ پورے عالم میں اولاد پیغمبر (ص) اور ان کی عزت و آبرو کس مقام و سطح پر ہے اور اس کے برعکس ان کے دشمن کا کہ جو آپ (ص) کو ابتر کہہ رہا تھا آج نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔ لہٰذا آج وہ چودہ سو سال پہلے کی جانے والی پیش بینی حقیقت ثابت ہو چکی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کم ترین الفاظ میں بہت بڑے مفاہیم کو ادا کیا گیا ہے۔

قرآن کی ترکیب کے اعجاز کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ: ''قرآن کریم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اس کی تالیف وترتیب اور کلمات وآیات کا تناسب کچھ ایسے اسلوب پر واقع ہوا ہے کہ عرب کے تمام معتاد اور متعارف طریقوں سے جدا اور نرالا تھا۔ عرب میں نظم ونثر کے جس قدر اسلوب تھے ان میں سے کوئی اسلوب قرآن کے طرز بیان کے مشابہ نہ ہو سکتا تھا کہ سورہ کوثر اس حقیقت کی ایک زندہ مثال ہے۔[11] اس مرتبہ اعجاز کے ساتھ بدیع کے تمام اقسام کچھ اس طرح جمع ہیں کہ دنیا کے کسی کلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔''[12]

قرآن کے الفاظ وکلمات میں ایسی حلاوت وشرینی ہے جس کو ہر ایک محسوس کرتا ہے۔ خواہ کوئی عربی کلام کا ذوق وفہم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ عرب وعجم، جوان، بوڑھے، مرد عورت سب یکساں طور پر قرآن کی حلاوت محسوس کرتے ہیں۔ الفاظ قرآن کا حسن وجمال اس طرح نمایاں ہے کہ قرآن کی کوئی آیت کسی عربی کی کتاب میں بھی آجاتی ہے تو اس کی خوبی وجمال نمایاں طور پر نظر آنے لگتا ہے حتیٰ کہ فصیح سے فصیح کتاب یا مجموعہ قصائد اور دیوان ہی کیوں نہ ہو لیکن ہر خاص وعام آیت قرآنیہ اس کے درمیان اس طرح ممتاز روشن دیکھے گا جیسے آسمان کی تاریکی میں ستاروں کا نور۔ خلاصہ یہ کہ ترکیب کے استعمال میں قرآن کا اعجاز اوجِ کمال پر ہے۔ مثلاً قاتل سے قتل کے قصاص لینے کا جب ذکر کیا: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (179:2) ترجمہ: ''اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔'' تو اہل عرب میں رائج تمام جملے ماند پڑ گئے۔ یہ فصاحت وبلاغت کا ایسا شاہکار تھا کہ لوگ اس کے سامنے دم نہ مار سکے۔ اسی طرح جب برائی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بڑھی تو قرآن کی ترکیب انوکھی ہے، دیکھئے: كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ (24:12) ترجمہ: ''ہم نے اس طرح ان سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھا۔'' اس ترکیب میں یوسف کی شان معصومیت کس قدر نمایاں ہو گئی۔ کوئی اور ترکیب اس کا بدل کیسے ہو سکتی ہے۔

اسلوب میں اعجاز

نزول قرآن کے وقت عربوں میں جو اسالیب رائج تھے وہ یا تو نظم تھی یا نثر۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کلام پیش کیا نہ وہ نظم تھی اور نہ ہی نثر بلکہ ایک نرالی شان اور اسلوب والا کلام تھا۔ نہ اس کی نظیر پہلے موجود تھی نہ بعد میں میسر آئی۔ بعضوں نے اسے نظم سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ شاعر کہہ دیا مگر قرآن نے بتلا دیا: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (69:36) ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے شایان شان ہی نہیں تھا۔'' علماء بلاغت نے اسلوب کی تین قسمیں لکھیں ہیں: 1۔ خطابی، 2۔ ادبی، 3۔ علمی۔ اور تینوں کے دائرے الگ الگ ہیں۔ جو انداز تحریر کا ہے وہ تقریر کا نہیں ہے۔ جو عام تحریر کا ہے وہ ادبی اور تحقیقی مقالے میں نہیں ہوتا۔ مگر قرآن کا یہ اسلوب نرالا ہے کہ تینوں کو ساتھ لے کر چلا۔ خطابت کا زور ادب کی شگفتگی اور علم وتحقیق کی متانت ساتھ

ساتھ چلتے ہیں۔ قرآن کریم کے اسلوب کے اعجاز کا ایک مصداق یہ ہے کہ قرآن کلمات کی ایک ایسی ترتیب اور ترکیب استعمال کرتا ہے کہ اس مقام پر اس مقصد کے ادا کرنے کے لیے اگرچہ اور بھی تعبیرات ممکن تھیں لیکن قرآن نے جو تعبیر اختیار کی وہی سب سے زیادہ بلیغ اور مراد کو ادا کرنے کے لیے سب سے زیادہ جامع ہوتی ہے۔ اور اگر اس میں ذرّہ برابر بھی تغیر، تقدم یا تاخر کر دیا جائے تو وہ حسن و خوبی اور درجہ بلاغت باقی نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اس تغیر کردہ تغیر میں پوری پوری مراد　اس خوبی کے ساتھ ادا ہو تی ہے مثلاً: قرآن کریم میں جن الوہیت و معبودیت خداوندی میں شریک کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ (100:6) ترجمہ: ''یعنی اور تجویز کیے ان مشرکوں نے اللہ کے لیے شریک جنوں کو۔'' بادی النظر میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ تعبیر اس طرح ہوتی ہے: وَ جَعَلُوْا الْجِنَّ شُرَكَآءَ الله یعنی: " بنایا انہوں نے جنات کو اللہ کا شریک۔" لیکن قرآن کی غرض صرف اس امر کو بیان کرنا نہیں بلکہ غرض اولاً غیر اللہ کو اللہ کی الوہیت میں شریک بنانے اور ارتکاب شرک کی قباحت کو بیان کرنا اور ثانیاً اس حماقت کو کہ شریک بھی بنایا تو جنوں کو بنایا تو گویا اس عنوان نے ان کی ہر دو حماقتوں کو نمایاں کیا اول بیہودگی اور حماقت شرک مع اللہ اور پھر حماقت بالائے حماقت یہ کہ خدا کا شریک بنایا بھی جنات کو تو یہ مقصد صرف یہی تعبیر ادا کر سکتی تھی اس کی جگہ ہر ممکن تعبیر متعدد تعبیرات میں سے اس معنی کو ادا کرنے سے قاصر تھی اسی لیے ''جعلوا اللہ شرکاء'' کو جعلوا کا مفعول بنا کر پھر اس سے لفظ الجن بدل قرار دیا۔ اس لیے اب ترجمہ ان کلمات کا اس طرح کرنا کہ بنایا انہوں نے جن کو اللہ کا شریک تقریباً غلط ہوگا۔ کیونکہ یہ ترجمہ غرض قرآنی کو ادا نہیں کر سکے گا، البتہ یہ ترجمہ کیا جائے اور بنائے انہوں نے اللہ رب العزت کے لیے شریک کہ جو ایک عظیم الشان جرم ہے اور وہ شریک بھی اچھی مخلوقات میں سے نہیں کہ فرشتہ کو خالق کا شریک بنائیں یا کسی انسان کو بلکہ خالق کے ساتھ شریک بھی بنایا تو اس کی مخلوق میں سے ارذل ترین اور شریر مخلوق یعنی جن کو۔[13]

تالیف میں اعجاز

انسانی تالیفات میں یہ ہوتا ہے کہ انسان مختلف عنوانات کو مختلف ابواب کے تحت لاتا ہے۔ پھر ان پر بات کرتا ہے لیکن قرآن کا انداز نرالا ہے۔ عام انسانی معاملے سے ہٹ کر ہے۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ ربط آیات قرآن بھی ایک مستقل معجزہ ہے۔ بعض اوقات ایک بات بے جوڑ نظر آتی ہے مگر اس میں ایسا حسنِ ربط ہوتا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ مثلاً: نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (49:15) ترجمہ: ''آپ ﷺ میرے بندوں کو خبر دیجیے کہ میں بڑا مغفرت او رحمت والا بھی ہوں اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔ آپ ﷺ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بھی اطلاع کیجیے۔'' بظاہر یہ آیات بے

جوڑ ہیں لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا معاملہ انوکھا اور یہی اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ عام انسان غضب میں ہو تو غضب والی بات کرتا ہے۔ شفقت کے جذبات میں صرف شفیق ہوتا ہے اور نرم بات کرتا ہے تو اعتدال پر قائم نہیں رہتا۔ مگر قرآن نے اعتدال کا دامن نہیں چھوڑا اللہ کے قہر و مہر کو بھی بیان کیا اور ساتھ ہی ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساری بات بھی سمجھا دی۔ یہ اعجاز قرآن کی اعتدالی دلیل ہے۔
اسی طرح قرآن نے بادشاہ (اللہ) کا جو کلام پیش کیا ہے وہ عام بادشاہوں کے کلام سے کہیں بالاتر ہے۔ دنیا کے عام بادشاہ کی بات میں قوت و اختیار کی محدودیت کے باعث ایک خوف ساطاری رہتا ہے۔ مگر اللہ کا کلام ہر خوف سے بالاتر ہے۔ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ (44:11) ترجمہ: ''اور (جب کفار غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا۔'' اسی طرح قرآن میں تعارض نہ ہونا بھی کلام اللہ ہونے اور اس کے اعجاز کی دلیل ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (82:4) ترجمہ: ''اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔'' اسی طرح قرآن کی جامع تعلیمات، باطل عقائد کا ردّ اور تواتر نقلی وغیرہ بہت سے دلائل اعجاز ہیں۔

مقصدیت میں اعجاز

قرآن کسی مافوق الفطرت مسئلے کو موضوع نہیں بناتا بلکہ اس کے مباحث عملی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ معاش و معاد کی اصلاح اور دنیا و آخرت کی فلاح اور نجات کے سبق ہوتے ہیں۔ قرآن نے نبوت کے مسئلہ میں نبوت کی حقیقت اور تفصیلات کا ذکر کرنے کے بجائے منصب کا تعارف پیش کیا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (164:3) ترجمہ: ''حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم و حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں۔'' قرآن دعوت عمل ہے اس میں فلسفہ کا الجھاؤ نہیں ہے اس نے انسان کے منصب خلافت کو سامنے رکھتے ہوئے مقصدیت پر زور دیا ہے۔

تاثیر میں اعجاز

قرآن جس قوم اور ملک میں ظاہر ہوا وہ عالمی برائیوں کا مرکز تھا، اقتصادی، معاشی، سماجی، اخلاقی، اور قانونی برائیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مکی دور ظلم و تشدد کا دور تھا، مدینہ جانے کے بعد بھی حضور ﷺ کی مختلف مہمات میں مصروفیت رہی باقی صرف دو یا اڑھائی سال بچتے ہیں کہ قرآن کی آزاد اثر اندازی کا عرصہ ہے۔ ان قلیل

ساعات میں بھی قرآن نے کیا خوب انقلاب برپا کر دیا۔ یہ اس کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ کتنے ہی واقعات ایسے ہیں جو بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس مخالفین آئے کہ قرآن کو اور اس کے پیغام کو چھوڑ دو۔ لالچ بھی دیا اور دھمکی بھی دی۔ مگر جب قرآن سنا تو جس طیش اور جوش میں آئے تھے جب وہ لوٹے تو معاملہ اور تھا۔ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے نکلنے والے نقد دل ہار بیٹھے کہ جس کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتب میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ قرآن کریم کی تاثیر اور انجذاب کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ ایک اچھی خاصی بڑی کتاب ہے جس کا حفظ اس کی ضخامت، مشابہ آیات کی کثرت اور غیر عرب زبانوں کے لئے اس کی زبان کے اجنبی ہونے کی بنیاد پر بہت مشکل اور کافی وقت اور محنت طلب کام ہے۔ نیز اگر اسے حفظ کر بھی لیا جائے تو اس کا حفظ برقرار رکھنا بھی ایک مشکل کام ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود مسلمان امت کے لاکھوں افراد اس کے حفظ میں مشغول ہیں۔ جبکہ حکومتوں کی طرف سے اس کے حفظ پر کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہے۔ گویا سرکاری سرپرستی نہیں ہے۔

غیبی اخبار میں اعجاز

گذشتہ اقوام کے مستند اور صحیح واقعاتِ تاریخی اور اس کے نتائج و ثمرات قرآن نے بیان کیے۔ یہ اس کا ایک اعجاز ہے۔ بائیبل میں انبیاء پر بہتان نظر آتے ہیں مگر قرآن نے ان کی عصمت بیان کی۔ اسی طرح آنے والے واقعات کے بارے میں قرآن نے جو رہنمائی کی وہ بھی اٹل اور حقیقی ہیں۔ قرآن کریم نے تو ان واقعات کو تحقیق و تثبیت کے رنگ میں بیان کیا، جن میں خود اہل کتاب اور بنی اسرائیل باہم اختلاف کرتے تھے جیساکہ ارشاد فرمایا گیا: هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (27:76) ترجمہ: "کہ بیشک یہ قرآن بیان کرتا ہے بنو اسرائیل سے (ان کے) اکثر وہ واقعات جن میں وہ خود اختلاف کر رہے ہیں۔" غیب کی خبروں اور آنے والے واقعات کے بیان پر مشتمل ہونا اور پھر ہر آنے والی خبر جو قرآن کریم میں بیان کی گئی اس کا اسی طرح ظہور پذیر ہونا، قرآن کریم نے جن واقعات کی خبر دی وہ صبح صادق کی طرح دنیا کی نگاہوں کے سامنے آکر رہے۔ مثلاً: حق تعالیٰ نے عجم پر روم کے غلبہ کی خبر دی اس وقت جب کہ عالم اسباب میں بظاہر اس کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا :غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (30:4-1) ترجمہ: "مغلوب ہوگئے ہیں رومی قریبی سرزمین (یعنی ملک فارس) میں لیکن یہ لوگ (رومی) اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں ہی غالب آجائیں گے۔"

فرعون کی لاش محفوظ ہونے کا قرآن نے تصور دیا اور آج وہ حقیقت ہے: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً (10:92) ترجمہ: "پس آج ہم تیرے بدن کو نکال لیں گے تاکہ توں پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔" اسی طرح

رومیوں کی فتح دنیا نے آنکھوں سے اس قرآنی خبر کو سچ ہوتے دیکھا :الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ (2:30) ترجمہ: ”اہلِ روم (فارس سے) مغلوب ہوگئے۔“اسی طرح مکہ کی فتح کو فتح مبین قرار دیا تھا:اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (1:48)ترجمہ: ”(اے حبیبِ مکرم!) بیشک ہم نے آپ کے لئے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا۔“ اسی طرح یقیناً آخرت، جنت اور دوزخ کے حالات بھی ویسے ہی ہیں جیسے قرآن نے بیان کیے۔ کیا حضور ﷺ کو معاذ اللہ کسی علم نجوم یا جفر کے ماہر نے یہ سب سیکھلایا تھا؟ نہیں ہر گز نہیں بلکہ :مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ (49:11) ترجمہ: ”یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں۔“

نتیجہ

جو کچھ اس تحقیق میں بیان کیا گیا وہ یہ کہ قرآن کریم جہاں پر ایک ہادی ور ہبر ہے وہیں پر ایک معجزہ بھی ہے۔ اس کے معجزات کو لفظی و معنوی دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس حقیقت کے اثبات پر بے شمار دلائل ہیں کہ جن میں سے چند ایک کا اس تحقیق میں ذکر کیا گیا ہے جیسے : الفاظ کا اعجاز، ترکیب کا اعجاز، اسلوب کا اعجاز، اعجاز قرآن با اعتبار ترتیبِ کلمات، مقصدیت کا اعجاز، تاثیر میں اعجاز، انجذاب میں اعجاز، نزول میں اعجاز، حفاظت میں اعجاز، اخبارِ غیبیہ کا اعجاز، تالیف کا اعجاز وغیرہ۔ معجزات قرآن کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ اس کتاب نے اپنے نزول کے وقت جو پیشین گوئیاں کی تھیں وہ آج سو فیصد سچ ثابت ہو چکی ہیں، چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی کتاب کا یہ وہ معجزہ ہے کہ جس نے پوری بشریت کو اپنے سامنے عاجز کر کے رکھ دیا ہے۔

* * * * *

حوالہ جات

1۔ابن منظور، محمد بن مکرم، *لسان العرب*، ج5، (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، 1408ھ)؛ ذیل لفظ عجز۔

2۔ابراہیم مصطفیٰ، *المعجم الوسیط* (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 692۔

3 ۔رک: علی اکبر، قرشی، قاموس قرآن، ج8 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1361ش)، ذیل لفظ عجز۔

4۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ، *تفسیر ابن عباس*، ج2 (لاہور، مکی دار الکتب، 2012ء)، 200۔

3-ایضا، ج42،1۔

6۔ مفید، *ارشاد*، ترجمہ ساعدی خراسانی، ج1 (تہران، اسلامیہ، 1380ش)، 331۔

7۔ مولانا محمد انور گنگوہی مظاہری، *مشکلات القرآن* (ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1226ھ)، 80۔

8۔ فاطمہ، مشایخ، *قصص الأنبیاء (قصص قرآن)*، ج1 (تہران، فرحان، 1381ش)، 835۔

9۔ غلام حسن، محرمی، *جلوہ ہای اعجاز معصومین علیہم السلام*، ج2 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1338ش)، 665۔

10۔ محمد باقر، مجلسی، *توحید مفضل*، ترجمہ علامہ مجلسی، ج1 (تہران، انتشارات وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، 1379ش)، 20۔

11۔ محرمی، *جلوہ ہای اعجاز معصومین علیہم السلام*، ج2، 665۔

12۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ، *الاتقان فی علوم القرآن*، ج2 (لاہور، مکتبۃ العلم، سن ندارد)، 119۔

13۔ گنگوہی مظاہری، *مشکلات القرآن*، 8۔

Bibliography

1) Ibrahīm Mustafa, *Al-Mo'jam al-Wasīt*. Lahore: Maktaba Rahmaniah, nd.
2) Imam al-Kabīr, Abu Muhammad Husyn b. Masu'od Baghwi. *Tafsīr-e Baghwi*, vol. 4. Multan: Idarah Talifat-e Ashrafia, 2015.
3) Hazrat Abdullah b. Abbas. *Tafsīr-e Ibn-e Abbas*, vol. 2. Lahore: Makki Dar al-Kutub, 2012.
4) Allama Jalal al-Din Syuti, *al-Itqān fi Ulum al-Quran*, vol. 2. Lahore: Maktaba al-Ilm, nd.
5) Fatimah, Mashayrkh. *Qasas al-Anbiyā,* vol. 1. Tehran: Farhan 1381AH.
6) Qurshi, Ali Akbar, *Qamoos-e Quran*, vol. 8. Tehran: Dar al-Kutub al-Islamiyah, 1361SH.
7) Majlisi, Muhammad Baqir, *Tauhīd-e Mufaddal*. Trans. Allama Majlisi, vol. 1. Tehran: Intisharat Wazarat-e Farhangh wa Irshad-e Islami, 1379SH.
8) Mahrami, Ghulam Hasan, *Jalwaha-ye Ejaz-e Masūmīn*, vol. 2. Qum: Daftar-e Intisharat-e Islami, 1338SH.
9) Muhammad b. Mukarram, Ibn-e Mazoor, *Lisan al-Arab*, vol. 5. Beirut: Dar al-Ahya al-Turath al-Arabi, 1408AH.
10) Mazahiri, Maolana Muhammad Anwar Ghangohi, *Mushkilāt al-Quran*. Multan: Idarah Talifat-e Ashrafiya, 1226AH.
11) Mufīd, Irshad, Trans. *Sae'di Khurasani*, vol. 1. Tehran: Islamiyah, 1380SH.